Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
(Bi-Annual) Trilingual: Urdu, Arabic and English
ISSN: 2707-1200 (Print) 2707-1219 (Electronic)
Home Page: http://www.arjish.com
Approved by HEC in "Y" Category
Indexed with: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.
Published by the Al-Khadim Foundation which is a registered organization under the Societies Registration ACT.XXI of 1860 of Pakistan
Website: www.arjish.com
Copyright Al Khadim Foundation All Rights Reserved © 2020
This work is licensed under a
Creative Commons Attribution 4.0 International License

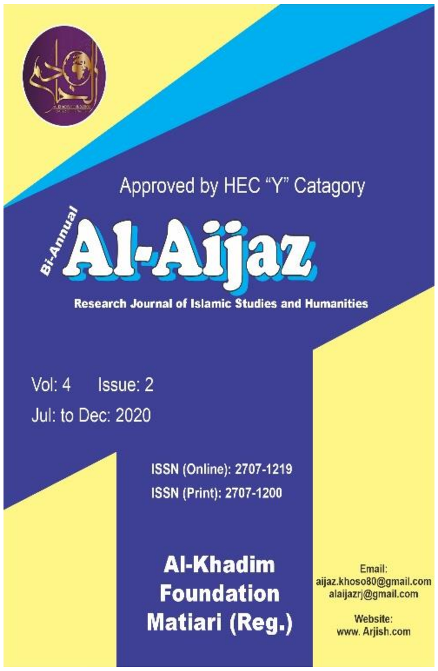

TOPIC:

Concept of Fundamental Human Rights in Western and Islamic Society

AUTHORS:

1. Rozena Hussain Sha, Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, Govt. College University, Faisalabad.
Email: rozeenahssainshah@gmail.com ORIC ID: https://orcid.org/0000-0003-2480-8138
2. Mian Muhammad Ali Awais, M.Phil Islamic Studies, Riphah International University, Faisalabad.
Email: mianaliawais154@gmail.com ORIC ID: https://orcid.org/0000-0001-8576-7259

How to cite:
Shah, R. H., & Ali Awais, M. M. . (2020). U-21 Concept of Fundamental Human Rights in Western and Islamic Society. *Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities* , *4*(2), 323-334.
https://doi.org/10.53575/u21.v4.02(20).323-334

URL: http://www.arjish.com/index.php/arjish/article/view/220

Vol: 4, No. 1 | January to June 2020 | Page: 323-334

Published online: 2020-12-20

QR Code

مغربی اور اسلامی معاشرے میں بنیادی انسانی حقوق کا تصور

Concept of Fundamental Human Rights in Western and Islamic Society

Rozena Hussain Shah[*]
Mian Muhammad Ali Awais[**]

Abstract

"Human Rights are legal and social principle the society of human being. The concept of human rights is old as the history of mankind. Infact rights and obligations are compulsory for the balance of society. These reciprocal responsibilities give the strength of society. The west has no concept of human rights before the seventeenth century. In the 20th century the western society made a declaration of human rights. But in Islam human rights granted by Almighty Allah. This article aimed for the above discussion."

Keywords: Human Rights, Principle, Concept, Obligations, Compulsory, Responsibilities, Declaration, Granted, Discussion.

حقوق سے مراد بنی نوع انسانوں کو حاصل والے ایسے فوائد و مطالبات جن سے ان کو محروم نہیں کیا جاسکتا۔ محرومی کی صورت میں قانونی چارہ جوئی کر کے انہیں حاصل کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ اس کائنات کے خالق و مالک نے انسان کو اس کے بنیادی حق اس کی پیدائش کے ساتھ ہی ودیعت کر دیے تھے۔ بلاشبہ یہ حقوق قدرت کے عطا کردہ ہیں مگر انسانی حقوق کی اصطلاح نئی ہے۔ یہ اصطلاح دوام کی بلندیوں پر تب پہنچی جب جنگ عظیم اول اور دوم میں بہت سی انسانی جانیں لقمہ اجل بنیں اور پھر اسی پس منظر میں حقوق انسانی کا عالمی منشور پاس ہوا۔ اس منشور میں ایسی دفعات بھی شامل ہیں جو اقوام عالم کے لیے باعث اختلاف ہیں کیونکہ یہ قانون انسانوں کا اور قانون ساز اداروں کا بنایا ہوا ہے۔ انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین حرف آخر نہیں ہو سکتے ان میں ہر لحاظ سے ترمیم کی گنجائش رہتی ہے مگر اللہ تبارک و تعالیٰ کا بنایا ہوا قانون ہر لحاظ سے مکمل اور جامع ہے۔ اور اس کائنات کے ہر فرد کے لیے قابل عمل ہے اور یہ قانون ناقابل ترمیم ہے۔

لفظ ''حق'' کا مفہوم:

لغوی اصطلاح میں لفظ ''حق'' بہت سے معنوں میں مستعمل ہے۔ قرآن کریم میں لفظ ''حق'' دوسوستائیس (227) مرتبہ آیا ہے۔[۱] اور تین معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ ثابت کرنے[۲] حصہ[۳] اور سچ کے معنٰی میں۔ اسی طرح لفظ ''حق'' اللہ کے صفاتی ناموں میں سے بھی ہے۔[۴]

دائرہ معارف اسلامیہ میں حق کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

* Ph.D Scholar, Department of Islamic Studies, Govt. College University, Faisalabad.
Email: rozeenahssainshah@gmail.com ORIC ID: https://orcid.org/0000-0003-2480-8138
** M.Phil Islamic Studies, Riphah International University, Faisalabad.
Email: mianaliawais154@gmail.com ORIC ID: https://orcid.org/0000-0001-8576-7259

''حق'': ح،ق کے لغوی معنی، مطابقت اور مکمل موافقت کے ہیں حق کے مذکورہ بالا معنوں کے علاوہ اسے اللہ تعالیٰ کے اصل اور خلق کے لیے ضمناً استعمال کیا جاتا ہے۔ لفظ ''حق'' کو حقوق وفرائض کے معنوں میں لیا جاتا ہے، پھر اس میں حکم کا صیغہ بھی داخل ہو جاتا ہے لہٰذا ''حق بی'' کا مطلب ہو گا وہ حق یا حیثیت جس کا میں مالک ہوں اور ''حق علی'' کا مفہوم ہے وہ فرض جس کی ادائیگی مجھ پر لازم ہے۔''[۵]

انسائیکلوپیڈیا امریکانہ میں ''حق'' کی تعریف یوں کی گئی ہے:

"Right is a claim or a title to anything whatever that can be enforced or a claim to act, possess or enjoy anything, or the use thereof, or it may exist in the nature of a privilege or power. Right has also been legally defined “as that which one has a legal claim to do; legal power; authority”. A legal right is one which protected by law, and the means of protection is the remedy. The existence of a legal right implies the existence or legal remedy, for one does not exist without the other."[6]

(حق کسی بھی چیز پر وہ دعویٰ ہوتا ہے جسے حاصل کیا جا سکے یا جس کے حصول کا دعویٰ کیا جا سکے جسے استعمال کیا جا سکے یا بطور حق یا استحقاق ثابت ہو۔ حق کو قانونی طور پر یوں بیان کیا گیا ہے ''وہ چیز جس کے حصول کا کوئی دعویٰ کر سکے، اسے قانون، طاقت یا اتھارٹی سے حاصل کر سکے۔ قانونی حق وہ ہوتا ہے جس کا تحفظ قانون کرے اور اس کے تحفظ سے مراد یہ ہے کہ اس کے نقصان کی تلافی ہو۔ قانونی حق کی وجہ سے ہی قانونی چارہ جوئی ہوتی ہے اور ان میں سے ایک دوسرے کے بغیر نہیں پائی جاتی۔)

علامہ ابن عابدین لفظ ''حق'' کے مفہوم کی اس طرح وضاحت کرتے ہیں کہ:

''الحق مایستحقه الرجل''[۷]

(حق وہ ہے انسان جس کا مستحق ہو۔)

مولانا ابوالاعلیٰ سید ''حق'' کی تعریف کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

حق اور باطل متضاد الفاظ ہیں اور عام طور پر یہ دو معنوں میں ان کا مفہوم سمجھا جاتا ہے۔ ایک درست اور سچی بات جو خاص عدل وانصاف کے متقاضی ہو، خواہ اس کا تعلق ایمان کے شعبہ سے ہو یا دنیاوی باتوں سے۔ یہ کہ جس کا حق ادا کرنا انسان پر واجب ہو، خواہ وہ حق رب تعالیٰ کا ہو یا اس کی مخلوق کا ہو یا حقوق فی النفس سے تعلق رکھتا ہو۔''[۸]

حقوق کی بنیادی طور پر کئی اقسام ہیں پہلی اجتماعی رائے کے مطابق کہ ''تمام حقوق فی الحقیقت اللہ ہی کے ہیں۔''[۹] دوسری رائے کے مطابق حقوق کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں: حقوق اللہ اور حقوق العباد، مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ حقوق اللہ کی بھی دو قسمیں ہیں منہیات اور مامورات۔[۱۰] اور پھر حقوق العباد کی بھی تین اقسام بیان کی ہیں: ''بدنیہ، مالیہ، عرفیہ''[۱۱] فقہ اسلامی کی رو سے حقوق کو مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔ (1) اللہ کا حق (2) بندوں کا حق (3) الجمع بین الحقین مع غلبۃ الاول (4) الجمع بین الحقین علیۃ الثانی۔[۱۲] یہی چار

قسمیں دکتور عبدالناصر موسیٰ نظریہ الحکم نے بیان کی ہیں۔[۱۳] جدید فقہی مباحث کے مقالہ نگار قاسمی نے 49۔ اقسام بیان کی ہیں۔[۱۴] لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ کہ حقوق کی بنیادی طور سے تین اقسام ہیں جیسا کہ ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''حقوق اللہ، حقوق العباد اور حقوق مشترکہ۔''[۱۵]

اسی طرح امام غزالی بنیادی انسانی حقوق کی بارہ اقسام بیان کرتے ہیں۔[۱۶] جبکہ مولانا مودودی کے نزدیک ان کی اقسام اکیس ہیں۔[۱۷] اور ڈاکٹر محمد طاہر القادری تعداد ستائیس بیان کرتے ہیں۔[۱۸] جبکہ اسلامی حقوق کا آفاقی ڈیکلریشن میں بنیادی انسان حقوق کی بیان کردہ تعداد تیئیس ہیں۔[۱۹]

انسانی حقوق کا مغربی تصور:

انسان فطری اور طبعی اعتبار سے مل جل کر رہنا چاہتا ہے۔ وہ اپنی پیدائش سے زندگی کے آخری مراحل تک ان گنت افراد کے ساتھ اپنے تعلقات اور وابستگیاں ظاہر کرتا ہے اور ان کی مدد اور تعاون سے معاشرے میں اپنا مقام حاصل کرتا ہے۔ انسان کی معاشرتی، سماجی اور خانگی زندگی انسان کے ارد گرد ایسا جال بن دیتی ہے کہ وہ اس دائرہ میں رہتے ہوئے بھی تقسیم در تقسیم کے مختلف مراحل سے گزرتا چلا جاتا ہے۔ وہ اپنی چشت کو منظم کرتے ہوئے اپنے حقوق و فرائض کا تعین کرتا ہے۔ اگر فرائض ایک انسان کے ہیں کہ تو دوسرے کے وہ حقوق بن جاتے ہیں۔ حقوق و فرائض کا یہی باہمی تعلق اور ان کی عمدہ ادائیگی ایک صالح معاشرے کی تکمیل کا باعث بنتی ہے چاہے وہ معاشرہ مغربی ہو یا مشرقی۔

مغرب میں بنیادی انسانی حقوق کی کاوشوں کا ارتقاء کا سلسلہ گیارہوں صدی عیسویں سلطنت متحدہ (Country in Europe) سے شروع ہوا۔ برطانیہ میں ۱۰۳۷ء میں شاہ کانریڈ ثانی (Conrad-II) نے ایک اعلامیہ جاری کیا جس میں پارلیمنٹ ممبرز کے اختیارات کا دائرہ کار مقرر کیا گیا تھا جبکہ بعدازاں ممبرز آف پارلیمنٹ نے ان اختیارات کی وسعت کے لیے کاوشیں شروع کر دیں تھیں۔ برطانیہ کی ایک اور اہم دستاویز ''میگنا کارٹا'' یعنی ''منشور آزادی'' ۱۵ جون ۱۲۱۵ء کو جاری کیا گیا۔ اس دستاویز کی اہمیت ایک معاہدہ کی سی تھی جس سے صرف امیر طبقہ کو مفاد حاصل ہونا تھا اور عوام کا ان مفادات میں کوئی خاص حصہ نہ تھا۔

یورپ میں چودھویں صدی سے سولہویں صدی تک یورپی ممالک میں میکاولی کے نظریات چھائے رہے جس نے بادشاہوں کی طاقت اور قوت میں بے بہا اضافہ کیا پھر برطانیہ کی پارلیمان میں ۱۶۷۹ء میں ایک قانون پاس ہوا جس میں انسانوں کو بلاوجہ حراست سے تحفظ فراہم کرنا تھا۔ ۱۲ جون ۱۷۷۶ء کو امریکہ کی ایک ریاست ورجینا (Virginia) کا ایک مصنف جارج میسن (George Mason) ایک ایسا منشور تحریر کیا جس میں مذہب کی آزادی اور پریس کی آزادی کا مطالبہ تھا۔ ایک اور مسودہ جو کہ امریکہ کے تھامس جیفرسن (Thomas Jafferson) کا لکھا ہوا تھا ۱۲ جولائی ۱۷۷۶ء کو امریکہ اعلان آزادی کیا۔ اس مسودے کے زیادہ تر اصول و ضوابط جان لاک کے نظریات سے ملتے تھے اس مسودے کی ابتدا میں بتایا گیا کہ تمام انسان برابر پیدا ہوئے ہیں۔

"All men are created equal."(20)

۱۷۸۹ء میں امریکہ میں دس ایسی ترجیحات منظور کی گئی جو کہ قانون حقوق سے جانی جاتی تھیں۔ ۱۹۴۶ء میں فرانس میں بھی انسانی حقوق کا قانون منظور کر لیا گیا۔ پچھلی دو صدیوں میں مختلف ممالک کے منشور میں انسانی بنیادی حقوق لازماً شامل کیے گئے۔ پہلی جنگ عظیم (Jul 28, 1914, Nov 11, 1918) جو کہ بیسویں صدی کے دوسرے عشرہ میں برطانیہ اور جرمنی اور کئی اور یورپی ممالک کے درمیان ہوئی جس کی لپیٹ میں یہ ساری دنیا آگئی تھی اور اس جنگ میں لاکھوں انسانوں کا قتل عام ہوا جس سے انسانی حقوق کی بقاء کا مسئلہ اور بھی اہمیت اختیار کر گیا اس جنگ عظیم کے بعد کئی یورپی ممالک بشمول جرمنی اپنے قوانین میں انسانی حقوق سے متعلقہ دفعات کو شامل قانون کر لیا۔ دوسری جنگ عظیم (۱۹۴۵۔۱۹۳۹ء) کے بعد انسانی حقوق میں مزید اصطلاحات کی گئی۔ جنوری ۱۹۴۱ء میں صدر روز ویلٹ (Franklin D. Rosevelt) آزادی کی حمایت کے حق میں درخواست دی۔ منشور اوقیانوس (Atlantic Charter) پر اگست ۱۹۴۱ء میں دستخط کیے گئے جس کا مقصد انسانی حقوق کی پاسداری کے ساتھ جنگ کا خاتمہ تھا۔

جاپان میں بھی انسانی حقوق کو قانون کا درجہ دے دیا گیا۔ بعد ازاں ۱۹۴۷ء میں اٹلی نے بھی ان حقوق انسان کو اپنے دستور کا حصہ بنالیا۔ آخر کار ان تمام ممالک کی کاوشوں سے ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو انسانی حقوق کا عالمی منشور متفقہ طور پر جاری کر دیا گیا۔ اس منشور میں ان تمام حقوق کو شامل کیا گیا جو مختلف یورپی ممالک کے قانون میں شامل تھے۔ جنرل اسمبلی میں اس منشور کی حمایت کے لیے ۴۸ ووٹ آئے چند ممالک نے حصہ نہیں لیا یعنی ۵۸ ممالک میں سے ۴۸ ممالک نے اس کے حق میں ووٹ دیے۔ مخالفت کسی ملک نے نہیں کی، مگر ۸ ممالک نے اظہار رائے نہ کیا جن میں روس سر فہرست تھا۔ پاکستان کی نمائندگی سر ظفر اللہ (وزیر خارجہ) نے کی تھی۔

انسانی حقوق کا مغربی عالمی منشور (The Universal Declaration of Human Rights) کے اعلان کے بعد اس کو دو حصوں میں منقسم کر دیا گیا:

(i) اس میں سماجی، ثقافتی اور معاشی حقوق کو اکٹھا کر دیا گیا۔

(ii) شہری اور ریاستی حقوق۔

جنرل اسمبلی نے ۱۹۶۶ء میں ان دو عہد ناموں کی منظوری دی اور رکن ریاستوں کی ثواب دید پر چھوڑ دیا جو مل کر رضاکارانہ طور پر ان حقوق کو تسلیم کرتا ہو وہ عہد ناموں پر دستخط کر دے۔

اقوام متحدہ کے کمیشن برائے انسانی حقوق نے اس سلسلہ میں مزید کچھ کام کیا ہے۔ ۱۹۵۹ء میں اس نے بچوں کے حقوق سے متعلق اور ۱۹۶۳ء میں نسلی امتیاز کے انسداد کے لیے ایک اعلان جاری کیا۔ جنرل اسمبلی ۱۹۴۸ء میں نسل کشی کی روک تھام کے لیے ۱۹۵۱ء میں مہاجرین اور جلاوطن لوگوں کے تحفظ کے لیے، ۱۹۵۲ء میں خواتین کے لیے، ۱۹۵۷ء میں شادی شدہ عورتوں کی قومیت کے تعین کے لیے، ۱۹۵۱ء میں غلامی کے مکمل انسداد اور خاتمہ کے لیے اور ۱۹۶۵ء میں جنوبی افریقہ میں نسلی امتیاز کی مذمت کے لیے مختلف عہد نامے اور قرار دادیں منظور

کیں۔

اقوام متحدہ کے خصوصی اداروں مثلاً بین الاقوامی ادارہ محنت (International Labour Organization I.L.O) یونیسکو بین الاقوامی ادارہ مہاجرین (UNHCR) اور ہائی کمشنر برائے مہاجرین نے بھی اپنے اپنے دائرۂ عمل میں انسانی حقوق کے تعین وتحفظ کے لیے کام کیا۔

انسانی حقوق کا یہ بین الاقوامی قانون تمام تر اہم بنیادی حقوق (Fundamental Rights) کا احاطہ کرتا ہے چاہے وہ حقوق سیاسی ہیں یا روایتی۔ مختلف ممالک کے انصاف نافذ کرنے والے اداروں نے اپنے فیصلوں سے مماثلت کے لیے ان دفعات کا بھرپور استعمال کیا ہے۔ یہ منشور انسانی حقوق مغرب کی کاوشوں کا ماحصل ہے مگر یہ مغربی حقوق کی مستقل اقدار نہیں رکھتا۔

صورت حال تب واضح ہوتی ہے جب اقوام متحدہ اور اس کے دوست ممالک اور ریاستیں اپنے ممالک اور ریاستوں میں انسانوں کے حقوق کی پامالی اور بھیانک مظالم و جرائم کو اپنے ممالک کا داخلی معاملہ قرار دیتے ہیں اور اس منشور کی کھلی خلاف ورزی کر کے اس کی دھجیاں اڑاتی ہیں۔ اس کی چند مثالیں فلسطین، کشمیر، بوسنیا، روانڈا اور اس طرح متعدد رکن ممالک میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ مغرب کے نظریہ "انسانی حقوق" میں یہ امر قدر مشترک ہے کہ وہ جن حقوق کو اپنے لیے ضروری سمجھتے ہیں وہ انہیں دوسری اقوام تک وسعت دینے کے قائل نہیں بلکہ مقدور بھر کوشش صرف کر کے اس میں مصروف رہتے ہیں کہ ان کے سوا یہ حقوق کسی اور کو نہ ملنے پائیں۔

انسانی حقوق سے متعلقہ مختلف تنظیمیں جن میں انتہائی سرگرم تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشل کی سالانہ رپورٹس مختلف جرائد، اخبارات کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ان منظم تنظیمات اور اقوام متحدہ کا منشور آج بھی عہد قدیم کی طرح انسانوں کو آزادی کا لالچ دے کر مزید زنجیروں میں جکڑ رہا ہے۔

عصر حاضر میں مفکرین اس نظام سے بیزار ہیں اور اسے انسانوں کے لیے مکمل خیال نہیں کرتے کیونکہ منشور حقوق انسانیت کے تمام قواعد و ضوابط ساری دنیا تک نہیں پہنچ پا رہے ہیں اور نہ ہر انسان کے لیے اس میں مکمل حل ہے۔ حقیقت میں اس کا جواب اسلامی تعلیمات میں پوشیدہ ہے۔ اسلامی حقوق کا یہ منشور جو میثاق مدینہ اور خطبہ حجتہ الوداع کی شکل میں مسلمانوں کے پاس موجود ہے۔

انسانی حقوق کا اسلامی تصور:

اسلام نظریہ تخلیق کو جزو ایمان قرار دیتا ہے۔ اور اسلامی معاشرہ انسانی تخلیق و تکوین کے ماتحت ہی دنیا میں ظاہر ہوا ہے۔ انسانی معاشرہ کی تخلیق کا اولین ربط اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہے۔ حضرت آدمؑ اور ان کے بیٹے ہابیل، قابیل اور شیث اس معاشرے کے اولین ارکان تھے کیونکہ قرآن نے "ولقد کرمنا بنی آدم" کہہ کر عزت تکویم کا تاج انسان کے سر پر رکھ دیا۔ قرآن کریم میں آدمؑ کی پیدائش اور نوع انسانی کی ابتدا کا قصہ سات مقامات پر آیا ہے۔ التوبۃ، الاعراف، الحجر، بنی اسرائیل، الکہف، طٰہٰ، صٓ۔[۲۱] ان سورتوں کی آیت مبارکہ میں انسان کی حقیقت اور کائنات کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ ان میں نوع انسانی کا وہ باب پیش کیا گیا ہے جس کے معلوم ہونے کا اور کوئی ذریعہ بھی نہیں۔ حضرت

آدمؑ کو سب سے پہلے جو عطیہ ملا وہ علم اشیاء کا تھا۔ (۲۲) عطائے علم کے بعد معاشرہ کی تشکیل کی بنیادی بات ظہور میں آئی۔ ابن اثیر اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت آدمؑ ہی پہلے متمدن انسان، پہلے پیغمبر اور رہنمائے مذہب تھے اور آدمؑ ہی وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے معاشرتی قوانین کو معاشی دائرہ میں قبول کیا۔ پھر انسانی معاشرہ تقسیم ہو گیا اور یہ تقسیم دور آدمؑ اور عہد شیث کے درمیانی دور میں ہوئی۔ ابتدائی طور پر معاشرہ دو شاخوں میں تقسیم ہوا۔ ایک شاخ قابیل بن آدمؑ کی اولاد تھی اور دوسری شاخ شیث بن آدمؑ کی۔ (۲۳) قابیل انسانی معاشرے میں قتل کا پہلا موجد جانا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اسے خلافت کے منصب سے محرومی بھی نصیب ہوئی۔ پھر یہ انسانی معاشرہ اپنے مدارج طے کرتا رہا اور چھٹی صدی عیسوی کا دور آیا جب سماج معاشی، سیاسی، اخلاقی ہر قسم کی تباہی اور بربادی سے دوچار تھا جس کو قرآن اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کرتے ہے:

''ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدي الناس ليذيقهم بعض الذي عملوا لعلهم يرجعون'' (۲۴)

(خشکی اور تری، ہر جگہ فساد ہی فساد برپا تھا، لوگوں کے اپنی برائیوں کا نتیجہ، تاکہ مزہ چھکائے ان کو (اللہ) ان کے بعض اعمال کا (نتیجہ) شاید کہ وہ (آئندہ) کے لیے باز آجائیں اپنی حرکتوں سے۔)

پھر اللہ نے پیغمبر آخری الزماں حضرت محمد ﷺ مبعوث فرمائے جنہوں نے ایسے اسلامی معاشرہ کی بنیاد رکھی اور انسانوں کے لیے ایسے اصول اور حقوق و فرائض متعین کیے جو اس کرہ ارض پر بسنے والے تمام لوگوں کے لیے مشعل راہ ہیں۔

اسلام میں انسانی حقوق کا تصور پیدائش آدمؑ کی تخلیق کے ساتھ ہی وجود میں آگیا تھا۔ تخلیق آدمیت کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانی زندگی کا ضابطہ حیات عطا کرنے کے ساتھ ساتھ حقوق و فرائض کا سبق بھی پڑھا دیا گیا تھا۔ اس کو آداب معاشرت اور طرز معاشرت کے تمام معاملات بتلا دیئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

''قالوا سبحٰنك لا علم لنآ الا ما علمتنا انك انت العليم الحكيم'' (۲۵)

(اور علم دے دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو کل چیزوں کے اسماء کا بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے اور حکمت والا ہے۔)

اللہ رب العزت نے اپنے پہلے پیغمبر آدم علیہ السلام کل اشیا کے اسم سکھائے اور انسان کو عقل سلیم عطا کی۔

''انسان کے علم کی صورت صرف یہی ہے کہ وہ ناموں کے ذریعہ سے اشیاء کے علم کو اپنے ذہن کی گرفت میں لاتا ہے۔ لہٰذا انسان کی تمام معلومات دراصل اسمائے اشیاء پر مشتمل ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سارے نام سکھانا گویا ان تمام اشیاء کا علم دینا ہے۔'' (۲۶)

گویا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے انسان کو جملہ مخلوقات پر فضیلت عطا فرمائی قوت ارادی کے ساتھ قوت گویائی بھی عطا فرمائی اور اسے مختلف علوم پر دسترس دے کر منصب خلافت پر متمکن فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

'' هو الذى جعلكم خلئف فى الارض '' (۲۷)

(وہی رب ہے جس نے تم کو زمین میں جانشین فرمایا۔)

''ولقد كرمنا بني اٰدم وحملنٰهم في البر والبحر ورزقنٰهم من الطيبٰت وفضلنٰهم علٰي كثير ممن خلقنا تفضيلا''(۲۸)

(اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ان کو خشکی اور پانی میں سواری دی اور طیب اشیاء سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت بخشی۔)

تخلیق کائنات کے بعد حضرت آدم علیہ السلام بطور خلیفۃ اللہ اس کائنات کے پہلے انسان اور نبی مقرر ہوئے اور بطور عورت اور شریک حیات اماں حوا علیہ السلام کو تخلیق کیا گیا۔ نبوت کا یہ سلسلہ خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ پر آکر مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی آدمؑ کے حقوق و فرائض کا تعین بھی فرما دیا، پھر اللہ تعالیٰ نے انسانی افعال و تصرفات کی آزادیوں کو انفرادی و اجتماعی مصالح کے پیش نظر جواب دہی اور ذمہ داری کے تصور سے وابستہ کر دیا۔ انسانی حقوق شریعت کے عطا کردہ ہیں ان کا ماخذ خود خالق کائنات ہیں۔ انسانی حقوق کا نظریہ قرآنی ہے کہ تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ اللہ ایک، کائنات ایک، تصور اچھائی برائی، یہ سب ایک مفاد سے وابستہ ہیں۔ ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم لکھتے ہیں:

"The purpose of human life is ever increasing assimilation of divine attributes or eternal value."(29)

جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں وہ انسانی حقوق کی پاسداری پر بھی یقین رکھتے ہیں یہ انسانی حقوق کی شان ہے کہ تمام انسان بحیثیت انسان اور بنی آدم ایک ہی جیسے حقوق رکھتے ہیں۔ اسلام میں کسی قسم کا تفاوت نہیں ہے، جو قانون امیر کے لیے ہے وہی غریب کے لیے بھی ہے۔ اسلام میں تصور قومیت نہیں بلکہ امت کا تصور ہے۔ تمام نبی نوع انسان جو رب واحد اور اس کے رسول ﷺ پر پختہ یقین اور ایمان رکھتے ہیں وہ امتی بن جاتے ہیں اور امت کے لیے جغرافیائی حدود نہیں ہوا کرتیں۔ اسلام انسانی حقوق کے لحاظ سے اس جہان رنگ و بو کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی حقوق کا جو درس حضرت آدمؑ کی پیدائش سے دیا تھا وہ دیگر انبیاء کرام سے ہوتا ہوا حضرت محمد ﷺ آکر مکمل ہوا یعنی انسانی حقوق کا درس دائمی ہے اور جاری و ساری ہے۔ جہاں انسان ہوں گے وہاں ان کے حقوق کا مسئلہ بھی ہو گا۔ انسان اولاد آدم سے ہے۔ ایک امت کے فرد میں ان کی بنیادی سوچ ایک ہی ہے البتہ فروعی معاملات میں اختلاف رائے ہو سکتا ہے۔ ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم لکھتے ہیں:

"Humanity is created in the image of God therefor it farthers that all humanity is fundamaentally on though individual differ in their erdowomants and even in their languages and complexions this diversity is meent to enrich the unity of life and not to disrupt it. According to the Quran, the division of humity into tribes and nations is meant only for the recognition of their specific traits."(30)

بنیادی انسانی عظمت کا تصور اگر ایک ہے، تو بنیادی حقوق بھی ایک ہیں انسانی حقوق سے مراد اسلام میں وہ حقوق ہیں جو کہ انسانی پیدائش کے ساتھ ہی اس کو دیے جاتے ہیں۔ ان حقوق سے انتظامیہ، عدلیہ اور مقننہ اسے محروم نہیں کر سکتی، ان کا احترام ہر شخص پر فرض ہے۔ ان کے

نفاذ کا اصرار کرنا اجتماعی فریضہ ہے۔ان کا احترام در حقیقت عظمت انسانی کا احترام ہے۔

انسانی حقوق کا درس انبیاء علیہم السلام کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً انسانوں تک پہنچایا۔اسلام میں انسانی حقوق تفصیلاً و صراحتاً بیان کیے گئے اور الہامی کتابوں کے ذریعے سے ان کی وضاحت کی گئی۔ یہ حقوق دائمی اور جغرافیائی حد بندیوں سے آزاد اور زمان و مکان کی حدود سے ماوراء ہیں۔ یہ حقوق فطرت کے ودیعت کردہ ہیں۔ شارع کے ودیعت کردہ حقوق کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ ناقابل ترمیم اور ناقابل تنسیخ ہوتے ہیں اس لیے کہ نسخ اور ترمیم خود شارع ہی بذریعہ وحی کر سکتا ہے جو کہ اب ممکن نہیں،اس کے برعکس انسان کا بنایا ہوا قانون اور اس سے ماخوذ حقوق کسی بھی وقت سلب یا تبدیلی کیے جا سکتے ہیں۔

اسلام حقوق و فرائض کو باہمی طور پر مربوط کرتا ہے اور حقوق و فرائض ایک دوسرے پر منحصر تصور کیے جاتے ہیں۔ اسلام میں فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ دوسری ذمہ داریاں نبھانے کی تاکید کی گئی ہے۔اسلامی شریعت میں فرائض کی کس قدر اہمیت بیان کی گئی ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے واضح ہے:

"و اعبدوا اللہ و لا تشرکوا بہ شیئا و بالوالدین احسانا و بذی القربی و الیتٰمی و المسکین و الجار ذی القربی و الجار الجنب و الصاحب بالجنب و ابن السبیل و ما ملکت ایمانکم ان اللہ لا یحب من کان مختالا فخورا "(۳۱)

(اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور نزدیکی ہمسائے اور اجنبی پڑوسی اور ہم مجلس اور مسافر اور جن کے تم مالک ہو چکے ہو،(ان سے نیکی کیا کرو) بے شک اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں فرماتا جو تکبر کرنے والا ہو۔)

بلاشبہ انسانی حقوق اور انسانی تخلیق ایک ساتھ ہی نمو پذیر ہوئی۔ حقوق انسانی کا تصور ازل سے موجود تھا۔الہامی کتب میں جو ضوابط احاطہ تحریر میں آئے ہیں ان میں رب تعالیٰ کے حقوق اور اس کی مخلوقات کے حقوق کا تذکرہ ملتا ہے جبکہ مغربی مفکرین نے ان فطری اصولوں کو انسانی حقوق کا نام دے دیا ہے۔ حقوق سے متعلق اگر ہم مختلف جہات سے جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ہر دور میں مقام دیا گیا ہے۔ کوئی بھی معاشرہ ایسا نہیں ملتا جہاں ان کا تقدس و احترام نہ کیا جاتا ہو۔بنیادی انسانی حقوق کا احترام معاشروں کا جزو لاینفک رہا ہے۔ اصلاً ان حقوق کو تسلیم کرنے کی وجہ "تقدس انسانی" ہے جہاں کہیں انسانی حقوق کو معطل کر دیا جاتا ہے، وہاں معاشرے کی ارتقا کا عمل رک جاتا ہے۔ مگر جہاں کہیں بتدریج ان حقوق کو پنپنے کا موقع میسر آئے پھر وہ معاشرہ اپنی اقدار کے ساتھ لیس مانندہ ممالک کی فہرست سے نکل کر ترقی پذیر اور ترقی یافتہ ممالک میں شامل ہو جاتا ہے۔

مغرب میں انسانی حقوق کی کوئی ایسی شق نہیں ہے جو کہ آج سے کئی صدیاں قبل نبی کریم ﷺ نے پیش نہ کی ہو، پیش کرنے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ اور خلفائے راشدین نے اس پر عمل بھی کر کے دکھایا۔ یورپ کے پیش کردہ مغربی حقوق کے تصورات وقت اور ضرورت کے تحت تبدیل ہوتے رہتے ہیں اگر آج کسی حق کو مغرب انسان کا لازمی حق قرار دیتا ہے تو عین ممکن ہے کہ کسی وقت اسی حق کو غیر ضروری سمجھ

کر اسے معطل کر کے جبکہ اس کے بر عکس اسلام کے پیش کر دہ حقوق نہ صرف مسلمانوں کے لیے بلکہ تمام بنی نوع انسانوں کے لیے ہیں اور اس میں تغیر نہیں آسکتا ہے اور یہی انسانی حقوق دائمی اور ابدی ہیں۔

اسلامی شریعت نے جو حقوق کسی بھی فرد پر لازمی قرار دیے ہیں خواہ وہ رشتے کی کوئی بھی شکل ہے ان کی ادائیگی اس فرد پر ہر حال میں لازم ہے۔ جبکہ ان سے بڑھ کر (معاشرے میں حسن اصلاح کی غرض سے) اگر کوئی مر دان حقوق کی ادائیگی کرتا ہے تو وہ احسان کے زمرے میں شمار کیے جائیں گے اور پھر یہی حسن خلق تمام معاشرتی نظام و قانون اولادِ آدم کا احترام کی نادر مثالیں قائم کر کے ریاست مدینہ کا نمونہ بن سکے۔ شہر نبی ﷺ مدینہ المنورہ میں جب اسلامی ریاست قائم کی گئی تو یہ شہر مختلف قبیلوں، ریاستوں کا مجموعہ تھا ہر طرف کئی رنگ و بو کے انسان بستے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس ریاست کے لیے ایک آئینی دستاویز تحریر لکھوائی جو زبان، خاندان وطنیت سے بالا تر ہو کر ایک امت واحد کی بنیاد رکھی۔

حقوق انسانی کا ایک اور منشور عظیم حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ۶۳۲ء میں جاری فرمایا۔ اس کے بعد انسانی حقوق کا چارٹر ہمارے سامنے بیت المقدس کی فتح سے قبل جابیہ کے مقام پر سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور عیسائیوں کے درمیان صلح کے نتیجے میں سامنے آیا جو ۶۳۷ء کو عمل میں آیا۔ اس میں بھی ذمیوں کو حقوق کا تحفظ فراہم کیا گیا اور حقوق انسانی کی پاسداری اور حفاظت کا اہتمام کیا گیا۔ اس کے بعد سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین صلح میں انسانی حقوق کے تحفظ کے لیے معاہدہ میں ۴۱ھ میں ہوا۔ اس کے علاوہ انسانی حقوق کے حوالے سے کئی صلح نامے اور معاہدے ہوتے رہے اور تاریخ اسلام کا حصہ بنتے رہے۔

حقوق کا مساوی ہونا کمال نہیں بلکہ حقوق کے نفاذ میں مساوات قابل تعریف ہیں۔ حقوق میں مساوات سے مراد انسانوں میں سب کے حقوق برابری کی سطح پر ہوا گرچہ نوعیت مختلف ہو۔ اسلام ہر ایک کو اس کے حفظ مراتب سے حقوق عطا کرتا ہے۔ حقوق مساوی نہیں بلکہ طے شدہ کم زیادہ حقوق کے نفاذ میں مساوات کو لازم قرار دیا ہے۔

آپ ﷺ نے انسانیت کو مساوات وہ بنیادیں فراہم کی جن پر بلا تفریق انسانی حقوق کا تعین ہوا۔ آپ ﷺ نے اپنے عہد زریں میں مدینہ میں ایک ایسی ریاست کی بنیاد ڈالی جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ آپ ﷺ کے خلفاء راشدین نے پوری عالم نوع کے سامنے اس کا عملی نمونہ پیش کیا اور اپنے نمائندوں کے ذریعے چار دانگ عالم میں ان حقوق کو پروان چڑھایا جو نبی محترم ﷺ کی ذات اقدس نے پیش کیے۔ آج یورپ آزادی اظہار رائے کو بنیادی حقوق میں شمار کرتا ہے اور اس کی حفاظت کے لیے ایمنسٹی انٹر نیشنل جیسے ادارے بھی موجود ہیں۔ آزادی کی حدود کا تعین کرنے کے لیے کوئی اصول قانون بنیاد نہیں ہے الغرض اظہار رائے کی حد ہے بھی کہ نہیں؟ یہی وجہ ہے کہ آئے دن مغرب میں ناموس

قانون رسالت کی خلاف ورزیاں ہوتی ہیں اور مسلمانوں کی حق تلفیاں ہوتی ہیں۔ یورپ کے انسانی حقوق کا تعین عقل کی بنیاد پر کیا گیا ہے جو کہ ایک مشکل اور اختلافی امر ہے کیونکہ انسانی عقل کی رسائی محدود ہونے کے ساتھ ساتھ اختلافی بھی ہوتی ہے ان افکارات کے مختلف ہونے کی بنا پر انسانی حقوق کا جامع تصور وضع کرنا یا ان کا تعین کرنا ناممکن ہے۔ جہاں عقل کار گر نہیں ہوتی وہاں انسانی رہنمائی کے لیے اللہ نے وحی کے ذریعے احکامات نازل فرمائے اور یہی وہ احسان عظیم ہے جو رسول کریم ﷺ کی صورت میں انسانوں پر اتارا گیا ہے۔ پیغمبر خدا محمد ﷺ کی آمد سے پہلے علاقائی، نسلی جنگیں صدیوں تک جاری رہتی تھیں جنگ فجار، جنگ بعاث اس تاریخ کی مثالیں ہیں۔ اس دور میں انسانی زندگی بہت ارزاں تھی کسی بھی شخص کا گھر سے باہر نکل کر جانا اور سلامتی کے ساتھ واپسی کی کوئی ضمانت نہ تھی۔ (۳۲) لیکن نبی کریم ﷺ کے دور اقدس میں بحالت مجبوری ستائیں غزوات میں صرف (۱۰۱۸) ایک ہزار اٹھارہ افراد (مسلم اور غیر مسلم) کام آئے۔ (۳۳)

نبی مکرم ﷺ نے جنگ کے وہ قوانین انسانیت کو دیے جو جنیوا کنونشن میں آج بھی نہیں پائے جاتے۔ آپ ﷺ کسی بھی بیمار، بچے، بوڑھے عورت پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دی یہاں تک کہ جانوروں فصلوں وغیرہ کو بھی بغیر کسی وجوہ کے کاٹنے سے منع فرمایا ہے۔ اسلامی قانون آفاقیت کا رنگ لیے ہے اور تمام انسانوں کے لیے ہے۔ یہ انسان پر واجب ہے کہ بغیر کسی جائز وجہ سے کسی بھی انسان کو ہلاکت میں نہ ڈالے پھر جب ہم اقوام مغرب کا جائزہ لیتے ہیں جو اخلاقیات کے دعویدار ہیں اور (NATO)، (ISAF) کی صورت میں متحد ہو کر عراق، افغانستان میں شادی اور جنازوں پر بمباری کرتی ہیں۔ عراق میں لاکھوں بچے ادویات کی عدم دستیابی پر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ (۳۴) مسلمانوں کو جس طرح ان کے حقوق سے محروم کیا جا رہا ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔ گلوبلائزیشن کے اس دور میں انسان اگر انسانی حقوق کے حوالے سے کچھ کرنا چاہتا ہے تو اسے اسلامی احکام و تعلیمات کی طرف رجوع کرنا پڑے گا کیونکہ اسلام ہی واحد مذہب ہے جو تمام انسانوں کو اولاد آدم قرار دیتا ہے اور حقوق کی منصفانہ تقسیم کرتا ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی بنیادی حقوق سے متعلق تاریخی دستاویزات اور آپ ﷺ کی مکمل حیات طیبہ، سیرت مطہرہ انسانیت کے بنیادی حقوق کی تعلیمات سے عبارت ہیں اور تمام بنی نوع انسانوں کے لیے نہ صرف مشعل راہ ہے بلکہ اس کی قدر و منزلت کا اندازہ صرف اور صرف اس صورت میں ہو سکتا ہے جب اس بات کو جان لیا جائے کہ اس منشور حقیقی کا اجرا آج سے ڈیڑھ سو سال قبل اس وقت عمل میں آیا جب کہیں انسانی حقوق کا تصور تک نہ تھا۔ انسانی مساوات، آزادی، جان کی قیمت، غلام اور حق خواتین یہ سب الفاظ اجنبی تھے حتیٰ کہ احترام آدمیت سے یونان و روم بھی ناواقف تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا یہ خطبہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انسانیت کے لیے ایک سند کی حیثیت حاصل کر گیا اور مغربی حقوق کے دعویداروں نے انسانی حقوق کا سہرا اپنے سر کرنا چاہا جبکہ یہ حقوق اسلام نے ڈیڑھ صدی قبل ہی انسان کو دے دیے تھے۔

References

1. Muhammad Fawad-Al-Baqi, Al Mu'jamal Mufahras, Matba Tehran, 1976, Pg: 266
2. Serwer Hussain Khan, Jahangiri, Qurani Ishara Maktaba Ishat, Taleemul Quran, 1991, Pg: 326
3. Ibid, Pg:326
4. Ibid
5. Urdu Daira Maarif Islamia, Lahore, Danish gah, Punjab, 8/439
6. Grolier Incorporated "The Encyclopedia of Americana Danburg, Conn, Grolier, 1991, 23/519-520
7. Ibn-e-Aabideen Muhammad bin Amin, Raddul Mukhtaar, Aladduril Mukhtar, Quita, Maktaba Majidya, Pakistan 1396 A.H, 4/188
8. Moududi, Syed Abul-A'la, Tafheem-al-Quran, Lahore, Idara Tarjuman-al-Quran, 2002, 6/403
9. Muhammad Salah-ud-Din, Bunyadi Haqooq, Lahore, Idarah Tarjuman-al-Quran,1978, Pg:173
10. Tahavi, Ashraf Ali, Molana, Haqooq-al-Abad, Maktaba-al-Bushra, 2012, Pg:43
11. Ibid, 45
12. Sah-Mahe Minhaj (Part First) Islamic Nizam-Adal, October, 1983, Lahore, Markaz Tehqeeq Diyal Singh, Pg:113
13. Abdul Nasir Moora, Daktar, Nazreya-al-Hukam Al Qazi Fe Al Sharaor Al Qanoon, Dar al Jordan
14. Qasmi, Mujahid Islam, Jadeed Fiqhe Mubahis, Karachi, Idarah-al-Quran, 1996, Pg:200-205
15. Wahbah-al-Zuhayli, Usul al-Fiqh Islami Damuscus, Dar-al-Fiker, 1985, 4/14
16. Ghazali, Imam, Abu Hamid, Haqooq-al-Insan Bain Taaleem-al-Islam, Al Qahira, Al Muthada Dar-al-Kutb Islamya, 1984
17. Modudidi, Syed-Abu-Al-A'la, Islami Riyast, Lahore, Islamic Publications, 2000, Pg:592
18. Al-Qadri-Muhammad Tahir, Al-Haqooq Al-Insaniya Fe Islam, Lahore, Minhaj-ul-Quran Publications, 2004, Pg:153-232
19. Ibrahim Abdullah Alarmzoqui, Human Rights in Islamic Laws, 2001, P.551
20. en.m.wikipedia.org>wiki>All_me
21. Modudidi, Syed-Abu-Al-A'la, Maulana, Tafeem-ul-Quran, Lahore, Idarah Tarjman-ul-Quran, 1990, 1/70

22. Ibn-e-Kaseer, Amad-ud-Din, Abu Al Fida Bin Umar, Al Bidaya wa'l Nihaya, Baroot, Maktaba Al Marif, 2012, 1/90-91
23. Ibid
24. Al-Rom:41
25. Al-Baqarah:21
26. Tafheem-ul-Quran, 1/24
27. Fatir:39
28. Al-Asra:70-71
29. Funda mental human rights, Khalifa Abdul Hakim, Lahore: Institute Cultures, 1975, P:13
30. Fundament Human rights, P:13-14
31. Al-Nisa: 36
32. Tafheem-ul-Quran: 6, Al-Quraish Boder No.5, Pg:478
33. Mansoor Puri, Qazi, Muhammad Islam, Rehmat-al-Alameen, Dar-ul-Ishat, Urdu Bazar, 2001, 2/213
34. Winser Mubart, Professor, Insanyet Dorah, Pr, (Translator Syed Wihas-ul-Din Ahmad) Monthly Bedari, October 2006